قرآن اور تحقیق: ایک تجزیاتی مطالعہ

QURAN AND RESEARCH: AN ANALYTICAL STUDY

ڈاکٹر بشریٰ*
طاہرہ اکبر بزنجو**

ABSTRACT
If we ponder over the Holy Quran, we find many incidents which are regularly giving us the message that the process of research or access to fact is very old and has been going on with human history. Allah Almighty has instilled this attribute not only in the nature of man, but this way of thinking and seeking the truth has also been given to the angles as well. At the time of Adam's creation, the angles' question to God about his creation was to acquaint themselves with his reality and to know the purpose of his creation and wanted to reveal the wisdom that was hidden in the creation of Adam. Similarly, the most prominent example of research in Islam is the Holy Quran, the greatest masterpiece of the literary world. Research is mentioned in the Holy Quran in a specific way which leads us to know the truth and wisdom of the things and urges us to investigate the matter when any news reaches us. This kind of research was done by the angles of Allah and also by prophets. This paper is a review of Quranic message of research.
KEYWORDS: Islam, fact, investigation, importance, science, research

تعارف

قرآن کریم کا کھلے ذہن اور دماغ سے گہرا مطالعہ کیا جائے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قرآن کی آیتوں پر غور وفکر کرنے سے مختلف علوم وجود میں آتے ہیں۔ وہ اللہ کی وحدانیت اور کبریائی کے ثبوت میں ایسے دلچسپ اشارات اور حیرت انگیز نشانیوں کا ذکر کرتا ہے جن کا تعلق کسی نہ کسی موضوع سے ہوتا ہے۔ جب ان اشارات کو بار بار پڑھا جاتا ہے تو ان کو

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامک لرننگ، جناح یونیورسٹی برائے خواتین، کراچی
bushratasharruff@gmail.com, dr.bushra@juw.edu.pk
** لیکچرار، شعبہ اسلامک لرننگ، جناح یونیورسٹی برائے خواتین، کراچی
tahira.akber@juw.edu.pk, tahirabizenjo@gmail.com

سمجھنے کے لیے تحقیقات کا ایک بے پایاں جذبہ انسانوں کے دلوں میں ابھرنے لگتا ہے اور جب ان اشارات پر تحقیقات کرنے جائیں تو ہر اشارے پر ایک نیا علم وجود میں آتا ہے۔ جیسے قرآن میں یہ کہا گیا ہے کہ "تم دیکھو آسمان اور زمین میں کیا کیا ہے؟[1] یعنی، وہ انسان جس میں تحقیقی صلاحیتیں ہوتی ہیں اور جس میں تحقیق کا شوق اور جذبہ ہوتا ہے وہ آسمان کا مشاہدہ کرتا ہے۔ سورج کے طلوع اور غروب ہونے کا مطالعہ کرتا ہے اور دن اور رات کے بننے کی وجوہات معلوم کرتا ہے۔ چاند، تاروں کی ماہیئت پر غور کرتا ہے، ان کی مسافت اور ان کی جسامت کے بارے میں سوچتا ہے اور پھر اس کا مشاہدہ بڑھتے بڑھتے علم فلکیات کہلاتا ہے۔ مزید تحقیقات کرتے جائیں تو اور علوم جیسے علم طبعیات، علم ریاضی وغیرہ وجود میں آجاتے ہیں۔ اسی طرح جب وہ زمین کی چیزوں کا مطالعہ کرتا ہے تو اس کا یہ مطالعہ علم حیوانات، نباتات، معدنیات، طبقات الارض موسمیات اور جغرافیہ وغیرہ کی ایجاد کا سبب بنتا ہے۔ یعنی اگر قرآن میں غور وفکر کریں تو تحقیق کی دعوت ملتی ہے۔ لہذا، پہلے تحقیق کی مختلف تعریفات پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

اردو لغت کے اعتبار سے تحقیق کی تعریف

تحقیق: اصلیت معلوم کرنا، کھوج لگانا، دریافت، تفتیش، جانچ پڑتال، سچائی، صداقت، یقین، تصدیق۔[2]

انگلش ڈکشنری کے اعتبار سے تحقیق کی تعریف

A careful study of a subject, especially in order to discover new facts or information about it.[3]

تحقیق کا مفہوم

تحقیق عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ "ح، ق، ق" ہے۔ حق کا معنی ہے سچ جو کہ باطل کا متضاد ہے جبکہ تحقیق سے مراد حق کو ثابت کرنا اور حقائق کو اسی طرح منظر عام پر لانا جیسے وہ ہوں۔ عربی میں تحقیق کے لیے لفظ "بحث"، انگریزی میں ریسرچ (Research)، فارسی میں "پژوهش"، اردو میں "تحقیق" اور ہندی میں اس کے لیے ہے "انوسندھان" کا لفظ استعمال ہوتا ہے جب ہم ان مختلف الفاظ کے لغوی مفاہیم جاننے کی کوشش کریں تو ان میں کھوج، تفتیش، دریافت، چھان بین، تلاش اور کسی چیز تک رسائی کے معانی پائے جاتے ہیں۔

تحقیق کا اصطلاحی مفہوم

علمائے تحقیق اور اصحاب علم ودانش نے تحقیق کے اصطلاحی مفہوم کو اپنے اپنے ذوق اور بصیرت کے مطابق مختلف انداز واسالیب میں بیان کیا ہے۔ چند ایک تعریفات درج ذیل ہیں۔

ڈاکٹر گیان چند تحقیق کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تحقیق ایک حقیقت پنہاں یا حقیقت مبہم کو افشا کرنے کا باضابطہ عمل ہے۔ قاضی عبد الودود کے مطابق تحقیق کسی امر کو اس کی اصلی شکل میں دیکھنے کی کوشش ہے۔ جارج مولے نے تحقیق کو ایک ایسے عمل کا نام دیا ہے جس میں مسائل کے بارے میں باضابطہ منصوبہ کے تحت معلومات جمع کر کے ان کا تجزیہ اور تشریح کی جاتی ہے تاکہ ان مسائل کا با اعتبار حل معلوم کیا جا سکے۔ جبکہ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کے مطابق تحقیق قوت ارادی کے ساتھ تلاش کا عمل جاری رکھنے، حقائق کا جائزہ لینے اور ان کے اثرات معلوم کرنے کا نام ہے۔[4]

تحقیق سچائی کی تلاش کا نام ہے۔ بعض مسلمہ اصولوں کی روشنی میں نئے حقائق کا کھوج لگانا اور معلوم حقائق کو ان کی اصل شکل میں دیکھنے اور پیش کرنے کی کوشش کرنا تحقیق کا مقصد ہے۔ یہ کسی امر میں پائے جانے والے شک کو دور کرتی ہے۔ انسان کسی بات پر یقین کرنے کے لیے ثبوت چاہتا ہے، تحقیق یہ ثبوت مہیا کرتی ہے۔[5] کائنات میں انسان نے جب سے قدم رکھا اسے کوئی نہ کوئی مسئلہ یا مشکل پیش آتی رہی، انسان نے اسے حل کرنے کا سوچا اور حل کی کوشش کی، ایک مسئلہ حل ہوا تو دوسرا پیش آیا اور یہ سلسلہ چلتا رہا۔ پس مسائل کے حل کے لیے کی گئی کوشش تحقیق ہے۔[6]

اسلام میں تحقیق کی اہمیت و افادیت

اللہ رب العزت نے حضرت انسان میں ابتدائے آفرینش ہی سے یہ وصف رکھا ہے کہ وہ اپنی عقل کے استعمال سے اشیاء کی حقیقت و ماہیت میں کوشاں رہتا ہے۔ انسان کی پیدائش کی غرض و غایت اور اس غرض کی تکمیل، فلاح انسانی کے لیے مادی دنیا کی اشیاء کا تصرف، معلوم حقائق کی سچائی کی پرکھ اور غیر معلوم کو جاننے کے لیے سعی و کوشش تمام تحقیق ہی کے مختلف پرتو ہیں۔ اسلام رہبانیت کی نفی کرتا ہے اور انتہائی سچائی تک پہنچنے کے لیے عقل کے استعمال کی اجازت دیتا ہے۔ کیونکہ تحقیق و تجربے میں غور و فکر اور تدبر سے پہلو تہی حقائق تک پہنچنے کی راہ میں دشواریاں پیدا کرتی ہے۔ ایسے موضوعات پر جو انسانی عقل سے ماوراء ہیں، ان پر سوچ بچار کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ مثلاً خدا تعالیٰ کی صفات و خدا تعالیٰ کی ذات اور خدا تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا؟ ایسے سوالات ہیں جو انسانی عقلِ محدود میں نہیں سما سکتے۔ اسی لیے بلا حجت تسلیم کر لینے کا حکم ہے۔ ان چند موضوعات کے علاوہ ہر وہ موضوع جس میں فلاح انسانی کا کوئی پہلو مضمر ہو، اس کے بارے میں منبع رشد و ہدایت قرآن حکیم میں جابجا تفکر کی دعوت دی گئی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے کہ

”کیا اندھا اور بینا کہیں برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا تم غور نہیں کرتے؟“[7]

مزید ارشاد ہے: ”اور وہی ہے جس نے یہ زمین پھیلا رکھی ہے، اس میں پہاڑوں کے کھونٹے گاڑ رکھے ہیں اور دریا بہا دیے ہیں۔ اُسی نے ہر طرح کے پھلوں کے جوڑے پیدا کیے ہیں، اور وہی دن پر رات طاری کرتا ہے۔ ان ساری چیزوں میں بڑی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں۔“[8]

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”وہی ہے جس نے آسمان سے تمہارے لیے پانی برسایا جس سے تم خود بھی سیر اب ہوتے ہو اور تمہارے جانوروں کے لیے بھی چارہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ اس پانی کے ذریعہ سے کھیتیاں اُگاتا ہے اور زیتون، اور کھجور اور انگور اور طرح طرح کے دوسرے پھل پیدا کرتا ہے۔ اس میں ایک بڑی نشانی ہے اُن لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔“[9]

مزید ارشاد ہے: ”یہ ایک بڑی برکت والی کتاب ہے جو ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ یہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں اور عقل و فکر رکھنے والے اس سے سبق لیں۔“[10]

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”کیا ان لوگوں نے قرآن پر غور نہیں کیا، یا دلوں پر ان کے قفل چڑھے ہوئے ہیں؟“[11]

تحقیق کی دعوت قرآن میں

قرآن پاک کا اگر بغور اور کھلے دل سے مطالعہ کریں تو یہ بات اچھی طرح واضح ہوتی ہے کہ قرآن تحقیقات کی کھلی دعوت دیتا ہے۔

مندرجہ ذیل آیات اس کی وضاحت کرتی ہے۔

ترجمہ: ”ان سے کہو کہ زمین پر چلیں اور پھریں اور دیکھیں کہ اللہ نے کس طرح مخلوق کو پیدا کیا (یعنی کس طرح عالم کی ابتداء کی)۔“[12]

اسی طرح قرآن پاک میں ایک اور جگہ ارشاد باری تعالی ہے کہ

ترجمہ: ”ان سے کہو زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے اسے آنکھیں کھول کر دیکھو۔“[13]

ان دونوں آیات میں تحقیقات کی کھلی دعوت ہے پہلی آیات میں مخلوق کی پیدائش یعنی آفرنیش کی تخلیق کے بارے میں تحقیقات کرنے کے لیے کہا گیا ہے یعنی ہم یہ تحقیق کریں کہ کائنات اور اس کے مشتمات یعنی زمین، سورج، چاند اور تاروں کی تخلیق کیسے ہوئی؟ انسان، حیوان اور حشرت الارض کیسے پیدا ہوئے؟ نباتات اور جمادات کی پیدائش

کسطرح ہوئی؟ اور دوسری آیت میں آسمان اور زمین کے درمیان جو کچھ ہے ان کے بارے میں تحقیق کرنے کے لیے کہا گیا ہے۔ یہ نہ کہئے کہ ان آیتوں کا تحقیقات سے کوئی تعلق نہیں ہے اور ہم بغیر تحقیقات کے ہی یہ یقین کرتے ہیں کہ اللہ نے ہی کائنات کی تخلیق کی اور مخلوق کو پیدا کیا۔ اسی طرح دوسری آیت کے تعلق سے یہ کہیں گے کہ ہم رات، دن، سورج، چاند، تاروں اور زمینی چیزوں یعنی حیوانات اور نباتات وغیرہ کو دیکھتے ہیں اور ہم مکمل طور پر یقین کرتے ہیں کہ ان کو اللہ نے ہی پیدا کیا ہے۔ اس اعتراض کا جواب مندرجہ ذیل آیت سے ملتا ہے:

ترجمہ: "کیا ان مفکرین نے دیکھا نہیں کہ یہ سب آسمان اور زمین باہم ملے ہوئے تھے ہم نے ان کو جدا کیا۔"[14]

اس آیت میں مفکرین کا ذکر ہے کیا یہ مفکرین جو کائنات کی تخلیق کو حادثہ قدیم یا بغیر خدا کے وجود میں آنے والا عمل کہتے ہیں ہماری طرح یہ یقین کرلیں گے کہ آسمان اور زمین باہم ملے ہوئے تھے جو بعد میں جدا ہوئے۔ ظاہر ہے کہ یہ لوگ اس وقت تک یقین نہیں کریں گے جب تک ان کو مکمل ثبوت فراہم نہ ہو۔ لہٰذا بیسویں صدی عیسوی سے قبل یہ نہیں معلوم تھا کہ آسمان وزمین یعنی یہ تمام کائنات باہم ملی ہوئی تھی جو بعد میں جدا ہوئی۔ ۱۹۲۰ء کے بعد جب بڑی سے بڑی دور بینیں بننے لگیں تو تحقیقات نے یہ ثابت کیا کہ کائنات ابتداء میں ایک جسم تھی جو بعد میں الگ ہوکر سورج اور تاروں کی شکل اختیار کرلی اور پھر سورج سے بعض حصے جدا ہوکر زمین اور دوسرے سیارے بنے۔ گویا اس آیت کی حقیقت دور بینوں کی ایجاد کے بعد ظاہر ہوئی ورنہ بغیر تحقیق کے یہ آیت ایک ایسا جملہ بن کر رہ گئی تھی جس سے نہ کوئی متاثر ہوتا اور نہ ہی اس کا مفہوم ذہن میں آسکتا تھا۔

اسی طرح مندرجہ ذیل آیت کو ملاحظہ فرمایئے اور دیکھیے کہ اصل میں تحقیق کی دعوت کس طرح دی گئی ہے۔

ترجمہ: "بے شک زمین وآسمان کی پیدائش اور رات دن کے باری باری سے آنے میں ان عقل مند لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں اور وہ لوگ جو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور وفکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پروردگار یہ سب تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا اور ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا۔"[15]

اس آیت کے مطالعے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس میں ان عقل مند لوگوں کا ذکر ہے جو ہر حالت میں خدا کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور وفکر کرتے ہیں۔

اسی طرح فرمایا: ترجمہ: "بے شک آسمانوں اور زمین کے بنانے میں اور رات، دن کے آنے جانے میں اور جہازوں میں جو سمندروں میں چلتے ہیں آدمیوں کے نفع کی چیزیں لے کر اور اس پانی کو جس کو اللہ نے آسمان پر

برسایا پھر اس سے زمین کو تر و تازہ کیا اس کے خشک ہوئے پیچھے اور ہر قسم کے حیوانات اس میں پھیلا دیئے اور ہواؤں کے بدلنے میں اور ابر میں جو زمین آسمان کے درمیان ہے نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں۔"[16]

اس آیت میں بھی اللہ تعالی مختلف نشانیاں بتا کر تحقیق کی دعوت دیتا ہے مگر ان نشانیوں کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا کر لی جائے تو اللہ کی حیرت انگیز عظمتوں سے واقفیت ہو گی اور اس سلسلے میں جو تحقیقات ہوں گی ان سے مختلف علوم وجود میں آئیں گے۔[17]

قرآن مجید میں تحقیقی اصول

اصطلاحی طور پر تحقیق کسی شے کو اس کی اصل صورت میں دیکھنے کو کہتے ہیں۔ یا یوں کہہ سکتے ہیں کہ تحقیق مسلسل، جستجو اور کھوج لگانے کا وہ عمل ہے جس کے ذریعہ سے حقائق معلوم کئے جاتے ہیں اور پھر ان کی تصدیق کی جاتی ہے، یہ ایک ایسا بہترین ذریعہ ہے جس سے سچ اور جھوٹ، حق و باطل، صحیح و غلط الگ الگ ہو جاتے ہیں اور نتیجے کے طور پر جو نتائج اخذ کئے جاتے ہیں ان کی صداقت مستند اور صحیح ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے: ترجمہ: "وہ بات کیوں کہتے ہیں جس پر عمل نہیں کرتے؟"[18]

مطلب صاف ہے محض زبانی جمع خرچ اور کھوکھلے دعوے کرنا، یہ بات اللہ کو بہت ناگوار ہے۔ اس لیے قرآن اولیٰ کے مسلمان بلا تحقیق کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ تدوین حدیث کے معاملے میں روایت، درایت اور جرح و تعدیل کے ایسے اصول وضع کئے کہ آج تک ان کی مثال ملنا محال ہے۔

ترجمہ: "اے لوگوں! اگر کوئی فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کئے پر پشیمان ہو۔"[19]

ترجمہ: "اور یہودی بولے عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصرانی بولے مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ بے حقیقت باتیں ہیں جو وہ اپنی زبانوں سے نکالتے ہیں۔"[20]

کلام الٰہی کی مندرجہ بالا آیتوں کو ملا کر اگر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ تحقیق سے مراد سچائی تک رسائی، جاننا، سمجھنا اور بات کو بلا تحقیق کسی خوف و خطر، کھول کر بیان کرنا ہے۔ تحقیق دراصل سچائی، حق اور حقیقت کا دوسرا نام ہے۔ ڈاکٹر جمیل جابی لکھتے ہیں کہ یہ ایک ایسا عمل ہے کہ جس سے آپ صحیح اور غلط میں امتیاز کرتے ہیں اور پھر صحیح کی مدد سے اپنی منزل کی طرف بڑھتے ہیں۔ جب آپ نے تلاش و جستجو سے جسے آپ تحقیق یا ریسرچ کا نام دیتے ہیں

"صحیح کو تلاش کر لیا تو پھر آپ جو نتائج نکالیں گے، جو رائے قائم کریں گے اور جو بات اس کی روشنی میں کہیں گے وہ بھی مستند اور صحیح ہو گی۔

باالفاظ دیگر قرآنی اصولوں کے مطابق علم و ادب کے میدان میں تحقیق و جستجو کی اہمیت بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔ کھرے اور کھوٹے اور حق و باطل میں امتیاز اور تاریخی و علمی روایات تحقیق کی بے لاگ چھانٹی سے گزر کر ہی سند کا درجہ حاصل کرتی ہیں۔ ہمارے اسلاف نے رسول اکرم ﷺ کے اقوال و احوال کی تحقیق اور تصدیق کے لیے جن مصائب اور دشواریوں کا سامنا کیا وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہیں اور تحقیق کے مختلف میدانوں میں رہنما بھی۔[21]

قرآن حکیم میں تحقیق کی بنیادیں

قرآن حکیم صرف فن تحقیق و تن و تنقید کی کتاب نہیں ہے لیکن اس نے کلام الہیٰ ہونے کی وجہ سے مختلف امور میں متعدد تحقیقی اصول بیان کئے ہیں، ان اصولوں میں چند کی بنیاد یہ آیتیں بھی ہیں اس آیت میں رسول اکرم ﷺ کی زندگی کا تحقیقی و تنقیدی بنیادوں پر جائزہ لینے کے بارے میں کہا گیا ہے۔

ترجمہ: "عمر کا بڑا حصہ میں تمہارے اندر گزار چکا ہوں۔"[22]

آیت میں تحقیقی صحت کی ضمانت زندگی کے اس حصہ کے لیے پیش کی گئی ہے جو قبل از نبوت ہے تو نبوت کے بعد کی زندگی اور اس کے فرمودات میں کیونکر ایسا نقص پایا جائے گا جس سے علم و عقل یا تحقیقی اصولوں کی خلاف ورزی لازم آئے۔ پھر اس آیت میں اللہ تعالی کسی عام خبر کو بھی تحقیق کئے بغیر آگے نقل کرنے سے منع فرما رہے ہیں جیسے ارشاد ہوتا ہے کہ:

ترجمہ: "جب ان کے پاس امن یا ڈر کی خبر آتی ہے تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں اگر اس کو رسول ﷺ اور اولوا الامر تک پہنچا دیتے[23] تو جو ان میں ملکہ استنباط یعنی تحقیقی اصولوں میں مہارت رکھنے والے تھے وہ اس کو پوری طرح معلوم کر لیتے۔ اس آیت میں استنباط سے مراد کسی چیز کو اس کے منبع اور مخزن سے نکالنا ہے گویا کہ ہر معاملہ کی مکمل تحقیق کر کے اسے آگے بیان کیا جائے پھر یہ امر بھی واضح کیا گیا ہے کہ تحقیق ہر عام و خاص کا کام نہیں بلکہ محققین کے لیے اولی الامر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔[24]

قرآن کا تحقیقی انداز

کلام اللہ انداز بیان بھی محققین کے لیے راہ ہدایت ہے تحقیق کے ایک طالب علم کی حیثیت سے بیان مسئلہ لکھنے میں

سورۃ فاتحہ سے راہنمائی ملتی ہے۔ سورۃ فاتحہ جسے "ام القرآن" بھی کہتے ہیں، ان تمام موضوعات (ذات الٰہیٰ سے تعارف، اسی ذات کی عبادت، اسی سے استقامت، اسی سے دعائے ہدایت انعام یافتہ، مغضوب اور گمراہیوں کے مضامین) کی نشاندہی کرتی ہیں جس کے متعلق مفصل تذکرے اور احکام قرآن پاک کے متن میں ہیں۔ تشریح اصطلاحات میں جو غیر مبہم زبان قرآن نے استعمال کی ہے محققین کے لیے قابلِ تقلید ہے۔ اصطلاح "اللہ کی تشریح" رب العالمین الرحمن الرحیم اور مالک یوم الدین چار صفات سے کر کے ذات الٰہیٰ کے اس کے تمام جھوٹے شرکاء سے منفرد کر دیا ہے۔ قرآنی اصطلاح متقی اور تشریح چھ صفات، ایمان، بالغیب، پابندی نماز، خدا کی راہ میں خرچ کرنا، قرآن اور دوسری آسمانی کتب اور آخرت پر ایمان سے لی گئی تو منافق ایسے شخص کو کہا گیا جو ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت کا زبانی اقرار کر کے اسے دل سے نہ مانے، زمین پر فساد برپا کرے۔ ایمان والوں کو بے وقوف کہئے اور ان کا مذاق اڑائے اور فاسق ایسے شخص کو بتایا گیا ہے جو اللہ سے پیمان کرنے کے بعد اسے توڑے قطع رحمی کرے اور زمین میں فساد پھیلائے۔ ان اصطلاحات کا قرآن کے شروع میں آنا محققین کی اس امر میں رہنمائی کرتا ہے کہ وہ تشریح اصطلاحات مقالہ کے شروع میں پیش کریں۔ مختصرات کا قرآنی متن کے آخر میں وارد ہونا محققین کی اس امر میں رہنمائی کرتا ہے کہ وہ خلاصہ، بحث، نتائج کے لیے مثال کے طور پر قرآن پاک کی مختصر سورت "والعصر" ملاحظہ ہو، قرآن کے مضامین کی تفسیر بیان کر کے آخر میں یہ ایک سفارش انسانوں کی بہبود کے لیے پیش کی کہ انسان بطور مجموعی گھاٹے میں ہے سوائے ان کے جو ان چار صفات کے حامل ہوں گے: ۱- وہ ایمان لے آئیں، ۲- نیک عمل کریں، ۳- حق کے ساتھ وابستہ رہیں، ۴- اس کی وابستگی میں ان پر مصائب آئیں تو صبر سے کام لیں۔

قرآن مجید اور حدیث میں مشاہداتی اور واقعاتی طریقہ تحقیقشاہداتی قسم کی تحقیق میں جس طرح قرآن نے اپنے دعووں کے ثبوت اور اپنے افکار و نظریات کی تائید میں مختلف قسم کے دلائل و شواہد پیش کئے ہیں اور یہ کہ اس نے مشاہداتی و واقعاتی ثبوت کو زیادہ اہمیت دی ہے۔ قرآن کریم میں ایک دو جگہ نہیں سینکڑوں مقامات پر اللہ تعالی کے تخلیقی و تکوینی مظاہر اور اس کی قدرت کے عجائبات پیش کر کے انسان کو مشاہدہ کی دعوت دی گئی ہے تا کہ ان کے دلوں میں قرآنی حقائق جاگزین ہو جائیں اور وہ قرآن کی دعوت پر ایمان لانے والے بن جائیں ان مواقع پر قرآن مجید نے الم تر، الم تروا، الم یرو (کیا تم نے نہیں دیکھا، کیا تم لوگوں نے مشاہدہ نہیں کیا، کیا اسے دکھائی نہیں دیا، کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا) جیسے مختلف انداز بیان اختیار کئے ہیں ان سے مقصود صرف ان کا شاہدہ یا معائنہ نہیں بلکہ ان میں تدبر و تفکر بھی مطلوب ہے۔ قرآن کریم نے گزری ہوئی قوموں کے حالات اور قدرت کے بے شمار مظاہر ذکر کر کے ان میں غور و فکر کی بار بار دعوت دی ہے تا کہ اس کی روشنی میں انسان خود یہ نتیجہ نکالے کہ قرآن جو دعوت

دے رہا ہے وہ برحق ہے کہ نہیں اور یہ کتاب عظیم جو حقائق بیان کر رہی ہے وہ قابلِ قبول ہیں کہ نہیں۔[25]

مسلمانوں کا طریقہ تحقیق

اسلام میں تحقیق کے اصولوں کا اطلاق ان قواعد و ضوابط پر ہوتا ہے جنہیں اصل مسلمانوں نے احادیث رسول ﷺ کی جانچ پرکھ کے لیے وضع کیا اور ان کے ذریعے احادیث غیر احادیث سے الگ کر کے رکھ دیا یہ اصول دو طرح کے ہیں۔ ایک اصول روایت اور اصول درایت۔

پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفی خان لکھتے ہیں: قرآنِ اولیٰ کے مسلمانوں نے علم حدیث کے بارے میں روایت اور درایت کے جو اصول منضبط کئے ہیں ان پر جس قدر فخر کیا جائے کم ہے، روایت کے بارے میں ان کے حزم و احتیاط کا عالم یہ تھا کہ سیر و مغازی تو بہت بڑی چیز ہے۔ وہ عام خلفاء اور سلاطین کے حالات اس وقت تک بیان نہیں کرتے جب تک کہ ان کے پاس آخری راوی سے لے کر چشم دید گواہ تک تسلسل کے ساتھ روایت موجود نہ ہو، یعنی جو واقعہ لیا جائے وہ اس شخص کی زبانی ہو جو خود شریک واقعہ رہا ہو اور اگر وہ خود شریک واقعہ نہیں تھا تو اس واقعے تک تمام درمیانے راویوں کے نام ترتیب کے ساتھ بیان کئے جائیں اور ساتھ ہی یہ بھی تحقیق کی جائے کہ وہ لوگ کون تھے؟ کیسے تھے؟ ان کے مشاغل کیا تھے؟ ان کا کردار کیسا تھا؟ ان کی سمجھ کیسی تھی؟ ثقہ کہاں تک تھے؟ سطحی الذہن تھے یا نکتہ رس تھے؟ عالم تھے یا جاہل؟ تمام جزئی باتوں کا پتہ لگانا بے حد دشوار تھا لیکن ہزاروں محدثین نے اس کام کے لیے اپنی عمریں وقف کر دیں اور ان تحقیقات سے اسماء الرجال کا ایک بے مثل فن ایجاد کیا کہ جس کی بدولت کم از کم ایک لاکھ شخصیتوں کے صحیح حالات معلوم ہو سکتے ہیں، اگر کسی راوی پر کذب، تہمت، غفلت، ثقات کی مخالفت یا حافظے کی کمزوری وغیرہ کا الزام ہے تو محدثین نے بلا تکلف اس کو مجروح اور اس کی روایت کو مردود، بدعت قرار دیا ہے۔ مرفوع، موقوف، قولی و فعلی و تقریری، نیز آحاد و متواتر، مشہور و عزیز و غریب، اسی طرح صحیح و حسن اور مقبول و مردود وغیرہ کتنی اقسام حدیث ہیں، جن کی تقسیم خود اپنی جگہ اس امر کی شاہد ہے کہ علمائے اسلام کی نظر کسی قدر گہری تھی اور ان کا معیار تحقیق کس قدر بلند تھا۔

اصول درایت کے متعلق لکھتے ہیں کہ: "فن روایت کے بعد درایت کا نمبر آتا ہے۔ یعنی ایک حدیث کے تمام راوی (شروع سے آخر تک) ثقہ اور مستند تو ضرور ہیں لیکن ممکن ہے کہ عقلاً اس درایت میں کوئی خامی موجود ہو۔ چنانچہ ایسی روایت بھی غیر معتبر قرار دی جائے گی۔ درایت یعنی عقلی حیثیت سے واقعات کو جانچنے کے یہ اصول اس قدر قوی ہیں کہ راویوں کی صداقت اور دیانت کا پورا پورا اندازہ ہو جاتا ہے اور ساتھ ہی منافقین کی افترا پردازی کی قلعی

بھی کھل جاتی ہے۔ چنانچہ محدثین نے بے خوف ہو کر بڑے سے بڑے راوی اور روایت کو پرکھا ہے اور احتیاط کے معاملہ میں کسی رورعایت کو جگہ نہیں دی۔ کیا تاریخ اس سے زیادہ احتیاط اور زیادہ دیانتداری کی کوئی مثال پیش کر سکتی ہے ؟ اس سے زیادہ حیرت انگیز واقعہ یہ ہے کہ یہ تمام کچاپکا، صحیح اور غلط قوی اور ضعیف، قابل قبول اور نا قابل قبول روایتوں کا انبار آج بھی دنیا کے سامنے موجود ہے اور آج بھی ان ہی اصولوں کے مطابق ہر واقعہ کی چھان پھٹک کی جاسکتی ہے اور کھرے کھوٹے کو الگ کیا جاسکتا ہے۔[26]

تحقیق اور انبیاء کرام علیہم السلام

ا۔ تحقیق اور فرشتوں کا حضرت آدمؑ کی تخلیق پر اللہ سے سوال

تحقیق یا حقائق تک پہنچنے کا یہ عمل بہت پرانا ہے یہ انسانی تاریخ کے ساتھ چلتا آرہا ہے۔ اللہ تعالی نے یہ صفت نہ صرف انسان کی فطرت میں ودیعت کر رکھی ہے بلکہ حق کی طلب اور حقائق کی تلاش کا یہ طرز فکر اور غور انسان کو تو کیا فرشتوں کو بھی عطا کیا گیا ہے۔ حضرت آدمؑ کی تخلیق کے وقت فرشتوں کا اللہ تعالی سے ان کی تخلیق کے متعلق سوال ان کی حقیقت سے اپنے آپ کو شناسا کرنا تھا اور ان کی تخلیق کا مقصد جاننا تھا۔ ان کا سوال محض سوال برائے سوال نہیں تھا بلکہ ان کی یہ شدید خواہش تھی کہ حضرت آدمؑ کی تخلیق میں جو حکمت پنہاں تھی اس کا راز ان پر کھل جائے۔

۲۔ تحقیق اور حضرت نوحؑ

حضرت نوحؑ کے زمانے میں بھی ایسا ہی ہوا۔ آپؑ نے اپنی قوم کو راہ حق کی طرف بلایا۔ سچے دین کی طرف دعوت دی مگر قوم ماننے کے لیے تیار نہ تھی اور اپنے انکار پر مصر رہی۔ قرآن پاک نے دو جملوں میں اس حقیقت کو کھولنے کی کوشش کی کہ غور و فکر نہ کرنے والے حقیقت کی تلاش میں کامیاب نہیں ہوسکتے۔ ارشاد ربانی ہے "یٰقوم ارایتم" (اے میری قوم کیا تم نے اس حقیقت پر غور نہیں کیا) اور "افلا تذکرون" (کیا تم غور و فکر نہیں کرتے ؟)

۳۔ تحقیق اور حضرت ابراہیمؑ

حضرت ابراہیمؑ نے بھی اپنی قوم کو مخاطب کر کے فرمایا (اے میری قوم ! تم اللہ کو چھوڑ کر ایسے معبودوں کی عبادت کیوں کر رہے ہو جو نہ کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان۔ اس بارے میں تم اپنی عقل سے کام کیوں نہیں لیتے ؟) یعنی حقیقت تک پہنچنے کے لیے غور و فکر اور تحقیق کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ کئی اور آیات میں بھی اس بات کا ذکر موجود ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی زندگی تحقیق و تفتیش، تعمیری تنقید اور غور و فکر کا مجموعہ تھی۔ ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ: جب حضرت ابراہیمؑ پر رات طاری ہوئی تو اس نے ایک تارا دیکھا کہا "یہ میرا رب ہے" مگر جب وہ ڈوب گیا تو کہا: "میں غائب ہو جانے والوں کو پسند نہیں کرتا"، پھر جب چاند کو چمکتا ہوا دیکھا تو بولا: "یہ میرا رب ہے" مگر جب وہ غائب ہو گیا تو کہا: "اگر میرے رب نے میری رہنمائی نہ کی تو میں بھی گمراہ لوگوں میں شامل ہو گیا ہوتا" پھر جب سورج کو روشن دیکھا تو کہا "یہ ہے میرا رب، یہ سب سے بڑا ہے" مگر جب وہ بھی ڈوبا تو حضرت ابراہیمؑ پکارا اٹھے "اے برادران قوم! میں ان سب سے بیزار ہوں جنہیں تم خدا کا شریک ٹھہراتے ہو۔ میں نے تو یک سو ہو کر اپنا رخ اس ہستی کی طرف کر لیا جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے اور ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں"۔

مذکورہ بالا آیات سے تحقیق کی اہمیت کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ تلاش حق کے لیے جستجو اور سعی کرنا لازم ہے اور ساتھ ہی عقل و خرد سے کام لے کر معلوم حقائق کا تنقیدی جائزہ لینا بھی ضروری ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی قوم تلاش حق کی اس کوشش میں ناکام رہی اور حقیقت ان کے ہاتھ نہ آئی لیکن آپؑ تحقیق و تنقید کی مدد سے حقیقت تک رسائی میں کامیاب ہو گئے۔

۴۔ تحقیق اور حضرت موسیٰؑ

حضرت موسیٰؑ کے دور میں بھی لوگ آپ کی بات کو بلا تحقیق ماننے کے لیے تیار نہ تھے۔ وہ حضرت موسیٰؑ سے نشانی طلب کر کے صرف علم الیقین پر اکتفا نہیں کرنا چاہتے تھے وہ عین الیقین کی حد تک اپنے آپ کو مطمئن کرنا چاہتے تھے چنانچہ لاٹھی کا اژدھا اور ہاتھ کا بقعہ نور بننا حقیقت اور یقین تک پہنچنے کے لیے ان کے غور و فکر اور تحقیق و تجسس کے نتیجے میں وقوع پزیر ہوا۔

۵۔ تحقیق اور حضرت محمد مصطفی ﷺ

نبی کریم ﷺ نے بھی سخت مشکلات اور الجھن کی حالت میں حقیقت حال معلوم کرنے کے لیے اپنے ساتھیوں سے مشورہ مانگا۔ مثلاً واقعہ افک سے آپ ﷺ انتہائی پریشان ہوئے۔ اس معاملے میں اللہ کے سوا حقیقت کسی کو معلوم نہ تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ مانگا۔ حضرت علیؓ اور حضرت بریرہؓ نے اپنے اپنے مشورے دیئے لیکن آخر کار اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے آپ ﷺ پر اس واقعے کی حقیقت کھول دی اور آپ ﷺ کو اور مسلمانوں کو حقیقت حال معلوم ہونے پر جو خوشی ہوئی وہ ہم سب کو معلوم ہے۔ اس کے برعکس جن لوگوں نے

حضرت عائشہؓ پر الزام تراشی کرنے والوں کا بغیر ثبوت اور دلیل کے ساتھ دیا تھا ان سے قرآن کریم نے یہ مطالبہ کیا کہ ان کو جب حقیقت حال معلوم نہ تھی تو انہوں نے یہ کیوں نہ کہا کہ وہ اس بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔ یہاں ان حضرات پر تنقید کی گئی جنہوں نے بغیر تحقیق کے مخالفین کی ہاں میں ہاں ملائی۔[27]

تحقیق اور سنت رسول ﷺ

سنت رسول ﷺ میں بلا تحقیق بات کرنے کی قباحت بیان کی گئی ہے۔ اس لیے جب بھی کوئی بات سننے میں آجائے تو پہلی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ اس کے سچ یا جھوٹ ہونے کے متعلق معلوم کیا جائے۔ اگر سچ ہے تو پھر دوسروں تک اس کا پہنچانا یا اس پر خود عمل کرنے کا جواز بن جاتا ہے اور اگر جھوٹ ہے تو اس سے خود بھی بچنا اور دوسروں کو بھی بچانا ہر انسان کی ذمہ داری بن جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر سنی سنائی بات اکثر افواہ ہی ہوتی ہے اور افواہیں پھیلانا شریعت میں ممنوع ہے۔ دین کی روح اور مزاج کے خلاف جو بھی بات ہو گی وہ حقیقت کے خلاف ہو گی۔[28]

حدیث نبوی ﷺ میں تحقیق کی بنیادیں

رسول اکرم ﷺ نے ایک موقع پر اپنی حدیث کو تحقیقی اصولوں کے مطابق پرکھنے کے بارے میں فرمایا: "جب کوئی ایسی حدیث جسے سن کر تمھارے دل کو اُنسیت ہو اور تمھارے بال و کھال اس سے متاثر ہوں اور اپنے سے اس کو قریب سمجھو تو میں اس کا تم سے زیادہ حقدار ہوں یعنی اگر میرے کلام سے دل مطمئن ہو اور سکون حاصل ہو تو وہ میری حدیث ہو گی اور جب کوئی ایسی حدیث تم سنو جس کو تمھارے دل قبول نہ کریں اور تمھارے بال و کھال اس سے متوحش ہوں اور اپنے سے اس کو دور سمجھو تو میں تمہاری نسبت اس سے زیادہ دور ہوں"۔
دوسری جگہ اس معیار کے بارے میں دوبارہ فرمایا: "تم سے ایسی حدیث بیان کی جائے جس سے تمھارا دل نکیر کرے یعنی اُس کی طرف راغب نہ ہو، تو اس کو مت قبول کرو کیونکہ میں نہ منکر کہتا ہوں اور نہ اس کا اہل ہوں۔"
ظاہر ہے کہ مذکورہ روایتوں میں حدیث کی تحقیقی اصولوں کے مطابق شناخت سے متعلق رسول ﷺ نے جو کچھ فرمایا اس کا تعلق متن یا داخلی نقد حدیث سے ہے جس کے لیے خاص مناسبت اور محققانہ ذوق اور اس میدان میں فنی ذوق کی ضرورت ہے۔[29]

تحقیق اور صحابہ کرامؓ

تحقیق اور جستجو کا ملکہ صحابہ کرامؓ میں بھی رچا بسا تھا، عہد رسالت میں وہ بھی ہر چیز کی حقیقت معلوم کرنے کی ٹوہ میں لگے رہتے تھے قرآن نے ان کے اس تجسس کا ذکر یوں کیا ہے کہ (صحابہ کرامؓ آپ ﷺ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا

خرچ کریں؟ کہہ دو کہ وہ کچھ جو ضرورت سے زیادہ ہو۔) اس قسم کی بے شمار آیات صحابہ کرامؓ کے جذبہ تحقیق اور جستجو کے ثبوت میں موجود ہیں۔ اسی طرح جب رسول ﷺ زندہ تھے، حیات تھے تو جب کبھی صحابہ کرامؓ کو کوئی پریشانی پیش آتی تو وہ براہِ راست آپ ﷺ سے پوچھ لیتے تھے لیکن آپ ﷺ کے اس دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد احادیث کی تعلیم و تدریس اور انہیں آگے منتقل کرنے کا تمام تر ذمہ داری صحابہ کرامؓ کے کندھوں پر آن پڑی۔ اب دینی تقاضا کے پیش نظر ضروری تھا کہ احادیث بیان کرنے والوں کے ساتھ ساتھ ان کے مضامین (متون) پر بھی گہری نظر رکھی جائے اور قرآن و حدیث کے قائم کردہ اصول درایت و روایت کی روشنی میں پرکھتے ہوئے ان کی قبولیت یا عدم قبولیت کا فیصلہ صادر کیا جاتا۔ حضرت قبیصہ بن زؤیبؓ سے روایت ہے کہ: ''ایک دادی ابو بکر صدیقؓ کے پاس میراث مانگنے آئی تو آپؓ نے فرمایا کہ اللہ کی کتاب میں تیرے لیے کچھ حصہ مقرر نہیں اور نہ ہی میں نے رسول ﷺ سے اس باب میں کوئی حدیث سنی ہے، تو واپس جا، میں لوگوں سے پوچھ کر دریافت کروں گا۔ ابو بکر صدیقؓ نے لوگوں سے پوچھا تو مغیرہ بن شعبہؓ نے کہا کہ میں اس وقت موجود تھا، میرے سامنے رسول ﷺ نے دادی کو چھٹا حصہ دلایا تھا۔ ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ کیا کوئی اور آدمی بھی تمھارے ساتھ ہے (جو اس معاملے کو جانتا ہو)؟ تو محمد بن مسلمہ انصاریؓ کھڑے ہوئے اور جیسا مغیرہ بن شعبہؓ نے کہا تھا، ویسا ہی بیان کیا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے (اس گواہی کی بنیاد پر) پوتے کی میراث میں سے اسے چھٹا حصہ دلا دیا''۔ اسطرح حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے طرز عمل سے تحقیق حدیث کے لیے ''اصول شہادت'' کی طرح ڈالی اور اس کے اول بانی قرار پائے۔ آپ کی قائم کی ہوئی اس بنیاد پر بعد میں دیگر تحقیقی و تنقیدی نوعیت کے علوم کی عظیم الشان اور بے نظیر عمارت تعمیر ہوئی۔

ابو موسیٰ اشعریؓ (متوفی ۴۴ھ) حضرت عمرؓ کے مکان کی جانب آئے اور تین بار اندر آنے کی اجازت طلب کی جب تینوں بار جواب نہ ملا واپس چلے گئے۔ حضرت عمرؓ نے ان کے پیچھے آدمی بھیجا جب وہ آئے تو ان سے کہا کہ آپ اندر کیوں نہ آئے۔ ابو موسی اشعریؓ نے کہا: '' میں نے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اجازت تین بار لینی چاہیے۔ اگر اجازت مل جائے تو اندر داخل ہو جاؤ ورنہ واپس چلے جاؤ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: آپ کے علاوہ اور کس نے یہ حدیث سنی ہے؟ اس کو (گواہی دینے کے لیے) لے آؤ۔ اگر نہ لاؤ گے تو میں آپ کو سزا دوں گا۔ ابو موسیؓ باہر نکلے اور مسجد میں بہت سے آدمیوں کو ایک مجلس میں بیٹھے دیکھا جسے ''مجلس انصار'' کہتے تھے اور کہا میں نے رسول ﷺ کو فرماتے سنا کہ اجازت تین بار لینی چاہیے اگر اجازت مل جائے تو داخل ہو جاؤ نہیں تو واپس چلے جاؤ۔ میں نے یہ حدیث حضرت عمرؓ سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ کسی اور نے یہ حدیث سنی ہو تو اسے لے آؤ نہیں

تو میں آپ کو سزا دوں گا۔ اگر آپ میں سے کسی نے یہ حدیث سنی ہو تو میرے ساتھ چلے۔ لوگوں نے ابو سعید خدریؓ سے کہا آپ جائیں وہ سب لوگوں میں کم سن تھے۔ ابو سعدؓ ابو موسیٰؓ کے ساتھ آئے اور حدیث حضرت عمرؓ سے بیان کی۔ حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰؓ سے کہا میں آپ کو جھوٹا نہیں سمجھتا لیکن میں ڈرا کہ ایسا نہ ہو کہ لوگ نبی اکرم ﷺ پر باتیں گھڑ لیا کریں۔[30]

تحقیق کی اقسام اور اسلام

آج کے مفکرین تحقیق کی تین اقسام بیان کرتے ہیں۔ ۱-بیانیہ تحقیق، ۲-تجرباتی تحقیق اور ۳-تاریخی تحقیق

۱-بیانیہ تحقیق

بیانیہ تحقیق میں کسی وقت کے موجودہ مسائل کو حل کرنے کے لیے ایک تحقیقی کوشش کی جاتی ہے، سروے قسم کی تحقیقات میں لوگوں کی آراء کا جائزہ لے کر مسائل کا حل پیش کیا جاتا ہے۔ بیانہ تحقیق زمانہ حال سے متعلق ہوتی ہے۔ قرآن پاک میں مختلف مظاہر قدرت کو دیکھنے، جائزہ لینے اور عقل و بصیرت اور تفکر و تدبر سے کام لے کر حقیقت کائنات معلوم کرنے کے متعلق اشارات بیانہ تحقیق ہیں۔ رسول پاک ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا حاکم مقرر کرتے ہوئے ان سے پوچھا کہ اگر کوئی مشکل مسئلہ پیش آئے تو کیا کرو گے ؟ انہوں نے فرمایا قرآن پاک کے مطابق عمل کروں گا۔ رسول پاک ﷺ نے فرمایا اگر کتاب اللہ کی رو سے وہ مسئلہ حل نہ ہو سکے تو پھر ؟ عرض کی سنت رسول ﷺ کی مدد سے اور تیسرے درجے پر اجماع امت و قیاس کا نام لیا۔ اجماع امت سے دراصل بیانہ اور سروے قسم کی تحقیق کے لیے اشارات ملتے ہیں رسول پاک ﷺ کو جو مسئلہ پیش آتا صحابہ کرامؓ سے مشورہ فرماتے۔ مثلاً جنگ احد کی تیاری کے متعلق مشورہ فرما کر لوگوں کی آراء کا جائزہ لیا گیا۔

۲-تجرباتی تحقیق

تاریخ اسلام تاریخی اور بیانیہ تحقیق سے بھری پڑی ہے، تجرباتی تحقیق نسبتاً کم ملتی ہے اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں کہ اسلام تجرباتی تحقیق کا مخالف ہے۔ خود قرآن پاک میں تجرباتی تحقیق کے لیے اشارات ملتے ہیں۔ تخلیق آدمؑ کا واقعہ قرآن پاک میں مختلف مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔ سورۃ بقرہ اور سورۃ اعراف میں اس کی تفصیل موجود ہے کہ آدم کو جنت میں بھیج کر ان پر پابندی لگا دی گئی کہ اس درخت کے قریب نہ جانا لیکن آدمؑ نے اس ثمر ممنوعہ کو چکھا اور جنت اور اس کی تمام نعمتوں سے محروم ہو گئے اور زمین پر بھیج دیئے گئے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح انسان خطا کا پتلا ہے اسی طرح تجربات و مشاہدات بھی اس کی فطرت کا لازمی حصہ ہیں۔ باوجود اس کے کہ آدمؑ

کو اللہ تعالیٰ نے درخت کے قریب جانے سے منع فرمایا تھا اور آپ کو یہ معلوم تھا کہ شیطان آپ کا دشمن ہے لیکن شیطان کی اس بات پر آکر آپ اس درخت کا پھل کھائیں تو ہمیشہ کی زندگی پالیں گے حضرت آدمؑ نے شیطان کے بیان کو پرکھنے کے لیے تجربہ کیا۔

حضرت ابراہیمؑ کا پرندوں کو زندہ کرنے والا واقعہ تجرباتی تحقیق کی ایک اچھی مثال ہے۔

"اور جب ابراہیمؑ نے کہا کہ: "اے اللہ مجھے دکھا تو کیسے مردوں کو زندہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے کہا کیا تو ایمان نہیں رکھتا، فرمایا ایمان تو رکھتا ہوں لیکن دل کا اطمینان کرنا چاہتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے کہا کہ چار پرندے لے کر اپنے ساتھ اسے مانوس کرے پھر ہر ایک کے حصے کرکے پہاڑوں پر رکھ دے پھر ان کو پکار تیری طرف دوڑیں گے اور جان لے کہ اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔"[31]

اس واقعہ کی تفسیر شاہ عبد القادر نے یوں کی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے چار پرندے مور، مرغ، کوا اور کبوتر حاصل کئے اور انہیں اپنے ساتھ مانوس کیا پھر ان کو ذبح کرکے ایک پہاڑ پر ان کے سر، دوسرے پہاڑ پر چاروں کے پر، تیسرے پر دھڑ اور چوتھے پر پاؤں رکھے، پھر درمیان میں کھڑے ہوکر ایک کو پکارا تو اس کے مختلف اعضاء مختلف پہاڑوں سے اڑتے ہوئے آئے اور وہ حضرت ابراہیمؑ کے پاس دوڑتا ہوا آیا۔ اسطرح دوسرے جانوروں کو پکارا تو وہ بھی زندہ ہوگئے۔ اس واقعہ پر غور کریں تو اسلام میں تجرباتی تحقیق کے لیے جواز ہی نہیں بلکہ تجرباتی تحقیق کی بڑی اچھی مثال موجود ہے۔ چنانچہ اس دعویٰ پر تجربہ ہوا مواد اکٹھا کیا گیا، مانوسیت کے نفسیاتی پہلو کو پیش نظر رکھا گیا، پہاڑوں پر اجزاء رکھنے سے پہلے یقین کر لیا گیا اور آواز دینے پر ان کو زندہ دیکھ لیا گیا۔ یہ ایسی مثال ہے کہ تجرباتی تحقیق کے لیے پورا طریق کار یہاں سے اخذ کیا جاسکتا ہے۔

۳۔ تاریخی تحقیق

جب تاریخی مسائل کے حل کے لیے سائنسی طریق کار استعمال کیا جائے تو یہ تاریخی تحقیق کہلاتی ہے۔ اس مسئلے کو محسوس کرنے کے بعد متعلقہ مواد اکٹھا کیا جاتا ہے اور اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ یہ مواد ابتدائی ماخذات سے حاصل ہوا ہے یا ثانوی ماخذات سے مل رہا ہے، اس حاصل شدہ مواد پر داخلی اور خارجی تنقید کرکے یہ دیکھا جاتا ہے کہ کون سا مواد کس حد تک قابل اعتماد ہے تاکہ اس کی بنیاد پر مناسب نتائج اخذ کئے جاسکیں۔ اسلام میں تاریخی تحقیقات کی مثالیں ہر زمانے میں موجود ہیں صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں قرآن کا نسخہ تیار کرنا تابعین کے دور میں حفاظت قرآن اور فقہائے کرام کی فقہی کلوششیں آج تک کے علماء کرام کی دینی تحقیقات اور مسلمان مورخین کی تاریخ نویسی

تحقیقات کی درخشاں مثالیں ہیں۔[32]

مشہور اسکالر اور محقق ڈاکٹر غلام مصطفیٰ جمع و تدوین قرآن کی روایت کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں: ''تدوین اور حفظ دستاویزی تحقیق کا ایک اہم شعبہ ہے، جس کی پہلی موثر ترین مثال تدوین قرآن کی صورت میں سامنے آتی ہے، اس دور کے مروج رسم الخط اور اس کے پیش رو خط سے متعلق ضروری معلومات، سامان کتابت کی تفصیل کاتبوں کے حالات، سورتوں کی ترتیب، نسخوں میں توفیق ویکسانیت، جامعیت قرآن کی قابل قدر مساعی۔ غرض کہ تمام پہلوؤں پر مبنی معلومات کا ایسا ذخیرہ ہے جو صاف ظاہر کررہا ہے کہ یہ کام پوری احتیاط اور تحقیق کے ساتھ عمل میں آیا ہے۔''[33]

حقائق کی نفی بحیثیت جرم

قرآن تحقیق پر بہت زور دیتا ہے اور تحقیق نہ کرنے والوں پر اظہار ناراضگی کرتا ہے۔اللہ تعالی فرماتا ہے:
ترجمہ: اور بہت سی نشانیاں ہیں آسمان اور زمین میں جن سے یہ لوگ گزارتے ہیں مگر توجہ نہیں دیتے۔[34]
کسی چیز کو دیکھ کر توجہ نہ دینے والا جاہل اور لاپرواہ کہلاتا ہے۔ قرآن کا اشارہ ان جاہلوں اور لاپرواہ لوگوں سے ہے جو اللہ کی نشانیوں کو دیکھ کر بھی غور وفکر نہیں کرتے اور غافلوں کی طرح گزر جاتے ہیں۔اسی طرح ان لوگوں کو جو نشانیاں دیکھنے کے باوجود ان کی پرواہ نہیں کرتے ان کو تباہی اور ہلاکت اور دردناک عذاب کی اطلاع دیتا ہے۔
چنانچہ فرمایا:
ترجمہ: بڑی تباہی یا ہلاکت ہوگی ایسے شخص پر جو جھوٹا اور نافرمان ہے جو خدا کی آیتوں کو سنتا ہے جب کہ وہ پڑھی جاتی ہیں اور پھر تکبر کرتا ہے ہوا ایسے اڑا رہتا ہے جیسے اس نے ان کو سنا ہی نہیں۔ایسے شخص کو یہ دردناک عذاب کی اطلاع دے۔[35]

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد باری تعالی ہے کہ
ترجمہ: کیا یہ لوگ آسمان اور زمین کی تخلیق پر غور نہیں کرتے اور دوسری چیزوں میں جن کو خدا نے پیدا کیا ہے ممکن ہے کہ ان کی موت قریب آگئی ہو۔[36]
ہر وہ شخص جو مناظر کائنات کو دیکھ کر ان کی تخلیق کے بارے میں غور وفکر نہیں کرتا ایسی ہی موت کا شکار ہوتا ہے خواہ کوئی بھی کیوں نہ ہو۔ مختصر یہ کہ قرآن علم کو ایک اعلیٰ درجہ دے کر اس کے حصول کی دعوت دیتا ہے اور غور و

فکر اور تدبیر کا جذبہ ابھار کر تحقیقات کے دروازے کھولتا ہے۔ وہ اللہ کی ایسی ایسی نشانیوں کا ذکر کرتا ہے جن میں سے چند عام فہم ہیں تو چند بغیر تحقیقات کے سمجھ میں نہیں آئیں۔ تحقیقات سے مختلف علوم کا وجود ہوتا ہے۔

حاصل بحث

اللہ تعالی نے ہر انسان کو تحقیق و جستجو کی فطری صفت سے متصف کر رکھا ہے، بہتر سے بہتر کی تلاش میں سر گرداں رہنا اس کی فطرت میں شامل ہے۔ تحقیق علم و یقین کی منزل کے حصول کا نام ہے، اس میں وھم و گمان کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا بلکہ یہ حق و صداقت اور حقیقت و اصلیت کا اظہار ہوتا ہے جس میں انسان کے دل و نگاہ کی یکسانیت اور نظریہ و عمل کی یگانگت کار فرماہوتی ہے۔ تحقیق ایک کٹھن سفر ہے اس راہ کے راہی کو آبلہ پائی کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے، دشتِ طلب میں کبھی اس نگر تو کبھی اُس نگر جانا پڑتا ہے، دھوپ اور چھاؤں کو برداشت کرتے ہوئے بلند ہمت افراد ہی مشکلات کے دریا کو عبور کر کے منزل پر پہنچتے ہیں، جب انہیں حقائق کا اجالا ملتا ہے تو سفر کی ساری تکان راحت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ علم کا کچھ نور نصابی کتب پڑھ لینے سے حاصل ہوتا ہے،، علمی پختگی پڑھانے سے آتی ہے، مگر علم میں وسعت تحقیق کی راہوں پر چلنے سے ملتی ہے۔ انسان نے اللہ تعالی کے ودیعت کردہ جذبہ، جستجو اور شوقِ تحقیق سے اپنے ماحول کی تفہیم شروع کی، جس کے نتیجے میں وہ اپنے روز مرہ زندگی کے مسائل حل کرنے میں کامیاب ہو آج کی دنیا پیش بہا علوم و فنون کی دنیا ہے، لمحہ بہ لمحہ نئی نئی دریافتیں، جدید حقائق اور انکشافات منظر عام پر آرہے ہیں۔ علمی دنیا میں یہ ترقی اس بنا پر ہو رہی ہے کہ انسانی ذہن مستقل، مسلسل کوشش اور تلاش و جستجو میں مصروف ہے یہی وجہ ہے کہ انسان کے جذبہ تحقیق نے سچائی کا سراغ لگاتے ہوئے بہت سی حقیقتوں کی نہ صرف تصدیق کی ہے بلکہ مختلف علوم و فنون میں رابطہ اور افہام و تفہیم بھی پیدا کیا ہے کیونکہ خالق کائنات نے اسے قرآن میں بار بار غور و فکر کی دعوت دی ہے۔ اس غور و فکر سے انسان نے مسائل کے لاتعداد مہیب پہاڑ کاٹے ہیں چنانچہ اب وہ انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ خلاؤں میں اڑ سکتا ہے، سمندروں کے اندر سفر کر سکتا ہے اور چند لمحات کے اندر معلومات کو دنیا کے کوشے کوشے میں پہنچا سکتا ہے۔ تحقیق نے جہاں اس کی زندگی کے چھوٹے بڑے مسائل حل کیے ہیں وہیں اس کے علم و آگہی میں غیر معمولی اضافہ بھی کیا ہے لیکن تحقیق و جستجو کے میدان میں حاصل کی جانے والی لاتعداد اور غیر معمولی کامیابیوں کا یہ مطلب نہیں کہ کام ختم ہو گیا اور نہ ہی اس کا یہ مطلب ہے کہ جتنا کچھ معلوم کیا جانا تھا وہ اب معلوم کیا جا چکا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وسیع تر آگہی بھی مزید آگئی کی جدوجہد کے لیے دروازے کھولتی ہے یہ ایک تشنگی ہے جس کی تمام تر تسکین ممکن نہیں، یہ ایک سلسلہ ہے کبھی اور کہیں نہ رکنے والا چنانچہ سچا عالم خواہ

وہ کسی شعبہ علم سے تعلق رکھتا ہو، علم کا سمندر ہونے کے باوجود یقین رکھتا ہے اور بجا طور پر یقین رکھتا ہے کہ حصول علم کے لیے بہت کچھ بلکہ زیادہ تر باقی ہے۔ وہ "میں صرف یہ جانتا ہوں کہ میں کچھ نہیں جانتا" کی سنت پر عمل پیرا ہوتا ہے اور مزید علم کے حصول کے لیے سرگراں ہوجاتا ہے جس کا اہم ترین ذریعہ تحقیق ہے۔ قرآن کسی حالت میں بھی کسی علم کا مخالف نہیں، تمام دنیاوی علومی حتی کہ سائنس اور ٹیکنالوجی قرآنی آیات پر غور و فکر سے ہی پیدا ہوئے ہیں، وہ جامع العلوم ہے۔ یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ قرآن صرف دوسری مذہبی کتابوں کی طرح ایک مذہبی کتاب ہے اور وہ نہ صرف مذہب اور اخلاق کی تعلیم دیتا ہے بلکہ وہ ایک ایسی کتاب ہے جس کا مطالعہ انسانوں کے ذہن و دماغ کو اجاگر کرتا ہے اور ان کو ایک اعلیٰ وارفع انسان بناتا ہے، جینے اور حکمرانی کرنے کے اصول بتاتا ہے اور تسخیر کائنات کے حوصلے بھی عطا کرتا ہے اور ان میں وہ تمام صفات پیدا کرتا ہے جو اللہ کے نائب و خلیفہ کی حیثیت سے دنیا میں حاکمانہ زندگی گزار سکیں۔

حوالہ جات

---

[1] القرآن۔ سورۃ یونس آیت ۱۰

[2] الحاج فیروز الدین، فیروز اللغات (اردو جامع)، فیروز سنز لمیٹڈ، ص ۳۴۷۔

[3] Oxford Advanced Learner's Dictionary . 7th edition , page no: 1290

[4] افتخار احمد خان، اصول تحقیق، فیصل آباد: شمع بکس، ص ۱۷ تا ۱۸۔

[5] عرفان خالد ڈھلوں، مسلمانوں کا انداز تحقیق، ص ۱ تا ۲

[6] نزہت یاسمین، تعلیمی تحقیق، کراچی: یونیک پبلیشرز، ص ۱۱۔

[7] القرآن۔ سورۃ الانعام آیت ۵۰

[8] ایضاً، سورۃ الرعد آیت ۳

[9] ایضاً، سورۃ النحل آیت ۱۱

[10] ایضاً، سورۃ ص آیت ۲۹

[11] ایضاً، سورۃ محمد آیت ۲۴

[12] القرآن۔ سورۃ العنکبوت آیت ۲۰

[13] ایضاً، سورۃ یونس آیت ۱۰۱

[14] ایضاً، سورۃ الانبیاء آیت ۳۰

[15] ایضاً، سورۃ آل عمران آیت ۱۹۰۔۱۹۱۔

[16] ایضاً، سورۃ البقرۃ آیت ۱۴۴

[17] ایس ایم شاہد، اسلام اور سائنس، لاہور: ایورنیو بک پیلس، ص ۱۰۵ تا ۱۰۶

[18] القرآن۔ سورۃ الصف آیت ۲

[19] ایضاً، سورۃ الحجرات آیت ۶

[20] ایضاً، سورۃ التوبہ آیت ۲۰

[21] محمد باقر خان، اسلامی اصول تحقیق، لاہور: رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ، اردو بازار، ص ۵۳ تا ۵۴

[22] القرآن۔ سورۃ یونس آیت ۱۴

[23] ایضاً، سورۃ النساء آیت ۸۳

[24] محمد باقر خان، اسلامی اصول تحقیق، ص ۱۳۰۔۱۳۱۔

[25] ایضاً، ص ۱۹۱

[26] احمد شلبی الازہری۔ تحقیقی مقالات کی ترتیب، تدوین و تیاری کے اصول، مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مئی ۲۰۰۸ء، ص ۱۴ تا ۱۵۔

[27] سعید اللہ قاضی، اصول تحقیق، ادارہ تعلیمی تحقیق، جنوری ۲۰۰۲ء، ص ۲۰ تا ۲۲، ۲۵ تا ۲۶۔

[28] ایضاً، ص ۳۶ تا ۳۷

[29] محمد باقر خان۔ اسلامی اصول تحقیق، ص ۱۳۲

[30] عبد الحمید خان عباسی۔ اصول تحقیق، لاہور: اللہ والا پرنٹرز، ۲۰۰۳ء، ص ۳۴ تا ۳۷

[31] القرآن۔ سورۃ البقرۃ آیت ۲۶

[32] ایس ایم شاہد۔ اسلام اور سائنس، ص ۹۵ تا ۹۸

[33] عمر فاروق ڈوگر تحقیق کے بنیادی عوامل وارکان (قرآن کی نظر میں)، لاہور: سید مودودی بین الاقوامی انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۹۹ء، ص ۱۳۴۔

[34] القرآن، سورۃ یوسف آیت ۱۰۵

[35] ایضاً، سورۃ الجاثیہ آیت ۷، ۸

[36] ایضاً، سورۃ الاعراف آیت ۱۸۵